

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَاءُ
كَهَيْسَةَ اَنْ يَّعْطَاكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

شرح چند
سالہ ۲۳
ششماہی ۱۳
سہ ماہی ۷
چاندی ۵
روزہ

نمبر چھار ششماہی
بیمبر اول سالہ ۳۳
نمبر ۳۳
روز نامہ

نمبر ۳۳
نمبر ۳۳
نمبر ۳۳

الفضل

جلد ۵۰ پ ۲۳ ظہور ۱۳۲۳ اگست ۱۹۶۱ء ۲۳ اکتوبر ۱۹۶۲ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثی اطال بقاۃ اللہ

کی صحبت کے متعلق تازہ اطلاع

نخلہ ۲۱ اگست وقت ۱۱ بجے قبلِ دوپہر
کل دن بھر حضور کی طبیعت کچھ بہتر رہی۔ شام کو بے چینی شروع ہوئی
اور رات بہت بے چینی رہی۔ شروع رات نیند نہ آئی۔ پھر نیند آئی۔
آج صبح طبیعت نسبتاً بہتر ہے۔
احبابِ جماعت حضور ابراہیم اللہ تعالیٰ کی کامل و عامل تقابلی اور
کام والی لمبی زندگی کے لئے خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی تائیدات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء سے

ارفع و اعلیٰ مقام

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام اہم اوقات اللہ بکاف عیدہ کی صداقت کا ایک نہایت ثبوت پیش کر رہے ہیں

از حضرت خلیفۃ المسیح الثالثی آید اللہ تعالیٰ بتصریح العزیز

فرمودہ ۴ جون ۱۹۶۶ء بمقام دہلی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثی اللہ تعالیٰ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے لئے نمبر ۷۷ کے لئے
کی حیاتِ طیبہ کے کئی ایسے اچھے واقعات تہنیتِ طیبیت پر یا میں بیان فرمائے تھے جو ہمیں تکلف نہیں ہو سکے تھے۔ اب ان واقعات کا ایک حصہ جو سورۃ التنبیٰ کی تقریبِ سید
پر احباب کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ کلماتِ طیبیت صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر پیش کر رہے ہیں۔

فرمایا۔ ہمارے سلسلہ میں کی ضروریات کو پورا فرماتا ہے۔

الیس اللہ بکاف عیدہ

والی آیت جو سورہ دہر میں آئی ہے اور جس کے اولین مخاطب رسول کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ہیں ایک بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام پر اس وقت نازل ہوا جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے طرقت سے اپنے والد
ناجہ کی وفات کی خبر ملی اور آپ کے دل میں خیال گزرا کہ ان کی وفات کے بعد آپ
کے گواہ کی صورت ہوگی۔ آپ فرماتے تھے کہ اس خیال کے آتے ہی یہ الہام ہوا
کہ الیس اللہ بکاف عیدہ یعنی کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں۔ آپ نے
اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ اس الہام کے بعد

یہ ایسا عیدہ ہے

جو غیر معین ہے اور جس کے مننے یہ ہیں کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کا عید ہوگا وہی اس
آیت کا مخاطب ہوگا۔ چاہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام
ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا ان سے انتر کر صدیقین، شہداء اور صالحین وغیرہ
ہوں یعنی جو بھی خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے والا اور عید ہو وہی اس آیت کا مخاطب
ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے علیٰ قدر مراتب اپنے سارے عباد سے حسن سلوک فرماتا رہے گا
بنتِ علیٰ عید ہوگا آسمانی اعلیٰ خدا تعالیٰ بھی اس سے حسن سلوک کرے گا۔ اور جتنا
ادنیٰ عید ہوگا آسمانی کم اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ایسا متکفل ہوا

کہ کبھی کسی کا آپ بھی ایسا متکفل نہیں ہو سکتا۔ اور اس نے مجھ پر وہ احسانات فرمائے
جو کبھی کسی سے نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی دولت اس الہام کو ایک ٹکڑے
میں لکھ دیا کہ اس کی انگوٹھی بنانی جو ایک عمارت سے قائم ان میں محفوظ علی آری ہے
پس چونکہ یہ اہمیت سلسلہ کے ساتھ تہنیتِ طیبیت رکھتی ہے۔ اس لئے عبادی
جماعت کا تقریباً ہر فرد اس سے واقف ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ عید
کے ساتھ کسی اہمیت و واضح طور پر بتا دی ہے کہ اس عید ہر وہ شخص مخاطب ہے جو
اللہ تعالیٰ کا حقیقی عید بن جائے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی شخص انکار
نہیں کر سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے علیٰ قدر مراتب اپنے ہر عید کی خبر گیری کرنا اور اس

میں نے دیکھا ہے

بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اتنے چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی اپنے بندے کی خبر گیری
کرتا ہے کہ مجھ کو خبر آتی ہے کہ اتنی خبر گیری تو قرنی سے قریبی رشتہ دار بھی
ضرورت پڑنے پر نہیں کیا کرتے۔ اور ہر منہ سے ایک چھوٹی سی بات نکلتی ہے۔
اور ادھر ادھر پر جاتی ہے۔ بعض دفعہ کسی آدمی کے متعلق خیال کیا جاتا ہے۔ تو
وہ تھبت آہو جھپٹا ہے اور بعض دفعہ کسی چیز کے متعلق خیال کیا جاتا ہے۔ تو وہ
سجھتا ہے۔ اچھی اترسوں کا ذکر ہے کہ ایک ایسی بات ہوئی جس کو
میرے چھوٹے بچے نے بھی محسوس کیا۔ حالانکہ چھوٹے بچوں میں کسی اہم بات
کے احسان کا شعور نہیں ہوتا وہ بات یہ تھی کہ میں نے کہا کہ اس شخص کو بھی خبر گیری

نوت کے بعد حکیم خدائے نے باپ کی جگہ آپ کے دادا کے دل میں باپ جیسی شفقت بھردی اور اللہ بکایت عبدلہ کی پیشگوئی پہلی بار آپ پر پوری ہوئی یہ صرت خدائے کا فضل اور اس کی مدد ہی تھی ورنہ

ہم روزانہ کئی واقعات دیکھتے ہیں

کہ جب کسی شخص کا کوئی ایسا لڑکا فوت ہو جائے جس کی اولاد ہو تو وہ اپنے ریتے کی طرف سے توجہ پھیر لیتا ہے۔ اور اسے پراہ ہی نہیں ہوتی کہ وہ اس کا پوتا ہے۔ اسی طرح اس کے دوسرے لڑکھیں بھی اپنی توجہ اس کی طرف سے پھیر لیتے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اس بچے کے ساتھ دور کا بھی رشتہ نہیں لیکن آپ کے والد کی وفات کے بعد خدائے نے آپ کے دادا کے دل میں آپ کے لئے بے انتہا محبت بھردی۔ اور اس سے کہا یہ تو تمہارا بیٹا ہے اور چاند کا بچہ ہے۔ یہ اللہ بکایت عبدلہ والی پیشگوئی کا ہی ظہور تھا کہ باپ نہ تھا تو دادا کے دل میں اللہ تعالیٰ نے محبت اور انفت پیدا کر دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے محمد صلعم اللہ بکایت عبدلہ جب تمہارا باپ نہ تھا تو کی عم تمہارے باپ بنے تھے یا نہ؟ پھر اس کے بعد خدائے نے جو کام آپ سے لینے تھے وہ تھا کہ آپ نے کئی صحت اعلیٰ دیکھی ہو اور آپ کے قوتے نہایت مضبوط ہوں۔ کیونکہ آپ نے ایک طرف

تمام انبیاء سے افضل نبی

بن تھا۔ اور دوسری طرف اعلیٰ درجہ کا جنرل بھی بنا تھا کہ مگر میں پھولوں کی بھی کی تھی پانی کی بھی تھی اور سیریلوں وغیرہ کی بھی کی تھی۔ اور جب تک مکہ کے لوگ بیرونجات میں جا کر نہ رہیں۔ ان کی محبت انہیں نہیں رہ سکتی بیرونجات سے مکہ میں تھیل اور سیریل وغیرہ تو بیویج جاتی تھیں۔ لیکن اگر باہر سے جنرل چلی جی جاتیں تو بھی تازہ تھلاہ پھولوں اور سیریلوں کا لہ جانا جو اثر رکھتا ہے وہ باہر سے آئی ہوئی چیزوں میں کہاں ہوتا ہے۔ کہ کہ لوگوں میں یہ دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو باہر کے گاؤں میں ۵ یا ۶ ماہ کی عمر میں بھجوا دیتے تھے۔ اور جب وہ ۸-۹ سال کی عمر کے ہوتے تھے تو انہیں واپس کے آتے تھے لیکن لوگ تو سال دو سال کے بعد ہی واپس لے آتے تھے۔ اور بعض ۸-۹ سال کا ہو چکے پر لے آتے۔ اس سے یہ قائم ہوتا کہ ان کی صحت بھی اچھی ہو جاتی۔ اور ان بچوں کی زبان بھی شہر والوں کی نسبت زیادہ صاف ہو جاتی۔ کیونکہ

بدولوں کی زبان

شہر والوں کی نسبت زیادہ صاف تھی۔ اور شہر لوگ کی زبان باہر سے قابل آتے ہونے کی وجہ سے مخلوط سی ہو جاتی تھی۔ غرض کہ میں ہر جھٹھے جھینے باہر کے گاؤں کی عورتوں میں آتیں اور دو دو پھرتے بچوں کو پالنے کے لئے ساتھ لے جاتیں وہ شہر میں چکر لگاتی تھیں۔ اور جس کسی سے اپنا بچہ ان کے حوالہ کرنا ہوتا کہ دیتا تھا سنا بچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد اس پاس کے دیہات کی عورتوں شہر میں آئیں۔ حضرت عبدالمطلب کا بھر بہت مشہور تھا اور ایک قبیلہ کا سردار ہونے کی وجہ سے ان کی بہت زیادہ شہرت تھی۔ اس لئے دیہات سے آنے والی ان دایہ عورتوں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ عبدالمطلب کے پوتے کو وہ اپنے ساتھ لے جائے

مگر جب انہوں نے سنا کہ بچہ کا والد فوت ہو چکا ہے تو انہوں نے خیال کیا کہ اس بچہ کو پالنے کے بدلہ میں ہمیں کون اقام دے گا۔ چنانچہ بچے کو لے کر گئے کئی عورتیں آپ کی والدہ کے گھر میں آئیں مگر یہ معلوم ہوئے کہ ان بچہ کا والد فوت ہو چکا ہے۔ واپس چلی گئیں اور کسی سے اس بچہ کو اپنے ساتھ لے جانا نہ چاہیں۔ پچھتے مہر پر حلیمہ آئی۔ مگر اس نے بھی تجب بچہ کے تمہارے تعلق سنا۔ تو اس بہادری سے کہ میں پھر آتی ہوں چلی گئی مگر جس طرح اس بچہ کا گھر عرب تھا اسی طرح حلیمہ بھی عرب تھی۔ وہ سارا دن مکہ کے شہر میں بچوں والوں کے گھروں میں پھری۔ لیکن کسی نے

اس پر ابھی تھوڑی ذہری گوری تھی کہ ایک آدمی سندھ سے آہنچا اور اس کے پاس ہمارے لئے آم تھے۔ میری بیوی نے مجھ سے ذکر کیا کہ بچہ کہہ رہا ہے کہ لو ابھی ابھی آتا جانے کہا تھا کہ اس دفعہ آم نہیں آئے اور وہ آج بھی آئے ہیں یہ بات اگر ایک دفعہ ہوتی تو اس کو اتفاقی کہہ سکتے تھے۔ لیکن اس قسم کی تراویح باتیں اتنے تو اکثر کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اور ان کو اتفاقی نہیں کہا جاسکتا۔ پس یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور نبی کے ساتھ مخصوص نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے سارے بندوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے سارے بندوں کے ساتھ ہی علی قدر مراتب حسن سلوک کرتا ہے۔ مگر ہاں یہ آیت اپنی اس شکل میں جو خیر رب سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اس لئے اس کا

سب سے اعلیٰ اور ارفع ظہور

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا روکات پر ہی ہوتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آیت تو آپ پر ہی میں آئی۔ مگر آپ کی ساری زندگی ہی اللہ بکایت عبدلہ کا ثبوت نظر آتی ہے۔ اسیس اللہ بکایت عبدلہ کا صرت ایک ہی پہلو نہیں بلکہ دو پہلو ہیں۔ اور اس کے اندر

دو نہایت عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں

ایک یہ کہ آپ کو بہت زیادہ خطرات پیش آئیں گے اور وہ مرے یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر خطرہ کے وقت آپ کی حفاظت کریگا۔ کیونکہ حفاظت کی ضرورت بھی ہوتی ہے جب کوئی خطرہ درپیش ہو۔ اگر کوئی خطرہ نہ ہو تو حفاظت اور مدد کے معنی ہی کچھ نہیں ہوتے۔ پس اللہ تعالیٰ اللہ بکایت عبدلہ میں فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی خطرات سے بڑھتی۔ مگر ہر خطرہ کے موقعہ پر میں اس کی حفاظت کروں گا۔ اور یہ دونوں چیزیں متوازی ہوئیں۔ ایک شخص جس کے پاس بچپن میں ہی بے شمار مال دولت آجائے طاقت آجائے۔ اس کے نوکرین جا کر موجود ہوں۔ اس کو پڑھانے والے بڑے بڑے عالم موجود ہوں اس کی مالیات کو نیکیاں ہوں موٹر کاریں ہوں اس کی عمارات اور ساز و سامان کو دیکھ کر لوگ اسے لڑکیاں دینے کے لئے تیار ہوں۔ اس کی مجلس میں بیٹھنے والے دولت موجود ہوں اور ہر وقت اس کے پاس عیش و عشرت کی مختلف منفعتیں ہوں۔ اسکو

خدائے کی نعمتوں اور انعامات کی قدر

نہیں ہوتی۔ اس میں کوئی مشد نہیں کہ دولت مند مکان گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ سب کچھ خدائے ہی دیتا ہے۔ مگر ایسے لوگوں کے پاس چونکہ یہ سب کچھ ہاں باپ کی طرف سے ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ بات کہ خدائے سے ان کی نظر میں نہیں آتی وہ کہتے ہیں کہ یہ چیز تو ہمیں ہاں باپ سے بطور ورثہ ملی ہیں۔ ایسے لوگوں کی زندگی خدائے کے فضل کو ظاہر کرنے والی نہیں ہوتی۔ ان کی نظر صرف مادیات میں پھرتی ہے۔ خدائے کی طرف نہیں جاتی۔ غرض اللہ بکایت عبدلہ سے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی خطرات سے بڑھتی ہوگی۔ لیکن ہر خطرہ کے وقت میں اس کی مدد کروں گا۔ پس یہ ایک پیشگوئی نہیں بلکہ دو پیشگوئیاں ہیں ایک طرف تو آپ کے متواتر خطرات سے دوچار ہونے کی پیشگوئی ہے اور دوسری طرف متواتر ان خطرات کو دور کرنے اور آپ کی مدد کرنے کی پیشگوئی ہے۔

سب سے پہلا خطرہ

جو آپ اپنی زندگی میں پیش آیا وہ یہ تھا کہ ابھی آپ اپنی والدہ کے پیٹ میں ہی تھے نہ آپ کے والد کی وفات ہوئی۔ اس وقت قدرتاً یہ خیال پیدا ہو چکا تھا کہ اس بچہ کو ابھی ماں کے پیٹ میں سے پالے گا کون؟ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ادھر آپ پیدا ہوئے اور ادھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی گود میں بیویج گئے اور انہوں نے بچے کو دیکھتے ہی کہا یہ تو چاند کا بچہ ہے اور پھر حضرت نے بچے کو گود میں اٹھا کر بہت اللہ میں سے لئے۔ اور وہاں جا کر خدائے کا شکر ادا کیا۔ گویا باپ کی

بلکہ میں ان سب تہیوں کو ہا کر دیا۔

اب دیکھو یہ کتنا بڑا انعام تھا

جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حلیمہ کو ملا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
الذی یسب اللہ بکاف عیدہ لے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے کا ذوق کی ساری
عورتیں رد کر گئی تھیں۔ اور حلیمہ بھی تجھے ایک دفعہ رد کر کے چلی گئی تھی اس خیال
سے کہ تم غریب تھے مگر میں نے تیری عزت کو دو دیا یا نہ کیا اور تجھ سے حلیمہ کو
وہ انعام دلایا جو سارے عرب میں سے کبھی کسی نے نہ دیا تھا اور نہ دے سکتا تھا۔
اس کے حدیث آپ کو یہ حد مرہنجا کر

آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب فوت ہوئے

یہ حادثہ بھی آپ کے لئے نہایت تکلیف دہ تھا مگر حضرت عبدالمطلب نے اپنی وفات
کے وقت اپنے بیٹے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کو بلا یا اور ان کو
وصیت کی کہ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میری امانت سمجھنا اور ہر چیز سے اس کو زیادہ
عزیز رکھنا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کہنے کو نوبت لوگ کہہ جاتے ہیں مگر خیال رکھنے والے
بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ یوں اہل عرب نے لگتی ہیں تو اپنے خاوندوں سے کہہ جاتی ہیں۔
میرے بچوں کا خاص خیال رکھنا مگر خاوند جب دوسری بات دیا کرتے ہیں تو پہلی بوی
کی اولاد کو کوئی پوچھنا تک نہیں اور وہ اولاد دھکے کھاتی پھرتی ہے خاوند پوتے
ہیں تو وہ بھی اپنی اولاد کے متعلق کسی کو خاص خیال رکھنے کے لئے کہہ جاتے ہیں مگر
نہ نے دیکھا ہے کہ ان کے بچے بھی در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں اور بعض اوقات
تو بات در دناک دکھائی دیتے ہیں پس ہو سکتا تھا کہ ابوطالب بھی اپنے باپ کی
وفات کے وقت کی وصیت کا کوئی خیال نہ رکھتے مگر وہ کس طرح نہ رکھتے بلکہ

خدا تعالیٰ عرش سے ان کو وصیت کر رہا تھا

اور ان کے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے انتہا محبت پیدا کر رہا تھا پس جب
آپ ابوطالب کی کفالت میں آئے تو باوجودیکہ ابوطالب کی بہت سی اولاد تھی اور وہ
صاف بھی غریب آدمی مگر وہ آپ کے ساتھ اپنے بچوں سے بڑھ کر محبت کرتے تھے۔
اور وہ آپ کو اتنا عزیز رکھتے تھے کہ ہر وقت آپ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے
تھے یہاں تک کہ رات کو بھی اپنے پاس ہی سلاتے تھے۔ ابوطالب کی بیوی خینا آپ
کی چچی کے دل میں وہ محبت آپ کے لئے نہ تھی۔ وہ بعض دفعہ کوئی چیز اپنے بچوں میں
تقسیم کر دیتی تھی اور آپ کو نہ دیتی تھی مگر۔

آپ کے وقار کا بچپن میں ہی یہ عالم تھا

کہ باوجود آٹھ نوسال کی عمر کے آپ نے کبھی ایسی باتوں کا شکوہ نہ کیا اور کبھی اپنے
منہ سے کوئی چیز نہ مانگی ابوطالب جب آپ کو ایک طرف بیٹھے دیکھتے تو سمجھ جاتے
کہ کوئی بات ہے وہ دیکھتے کہ ان کی بوی اپنے بچوں میں کوئی چیز تقسیم کر رہی ہے تو
وہ پارسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں اٹھا لیتے اور یہاں بیٹھ کر میرا
بھتیجی ہے بلکہ بوی سے کہتے تو نے میرے بیٹے کو تو دیا ہی نہیں یعنی وہ اپنے بچوں کو
بیٹے نہیں سمجھتے تھے بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حقیقی بیٹا سمجھتے تھے
اور وہ بار بار دہر لاتے جاتے تھے کہ تو نے میرے بیٹے کو تو دیا ہی نہیں۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے

کہ جبہ ماں باپ کی اپنی اولاد زیادہ ہوتی ہے تو دوسروں کی اولاد کی نظر میں ہی
نہیں سمجھی مگر خدا تعالیٰ نے ابوطالب کے دل میں آپ کے لئے اتنی محبت پیدا کر دی تھی
کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اپنے بیٹوں کو بیٹے ہی نہیں سمجھتے
تھے یہ بھی الذی یسب اللہ بکاف عیدہ کا ہی نمونہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے الذی یسب اللہ بکاف عیدہ
کہ اے محمد رسول اللہ تو بیٹیم تھا مگر میں نے تیری کفالت کی یا نہ کی اور تیرے بیٹے کو وہ
کیا یا نہ کیا۔

پھر آپ بڑے ہوئے اس وقت

یہ سوال پیدا ہوتا تھا

اس کو منہ نہ لگایا گیا ایک طرف ان ساری دایہ خورتوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رد
کر دیا اور دوسری طرف سارے بچوں والوں نے حلیمہ کو رد کر دیا۔ اور جس طرح
یسعیانے کہا تھا وہاں ہی ہوا کہ وہ پھر جسے سماروں نے رد کیا کونے کا سر اہو گیا
از بواب ۱۱۸ آیت ۲۲) آخر حلیمہ کو خیال آیا کہ میں صبح اس بچے کو اس لئے چھوڑ
آئی تھی کہ وہ بیٹیم ہے اور ہر سارے شہر میں سے کسی نے اپنا بچہ مجھے نہ دیا اگر میں اب
بھرا کی بیٹیم بننے کے گھر جاؤں گی تو اس گھر والے کہیں گے تم ہمارے بچے کو چھوڑ کر
گئی تھیں تمہیں بھی اب سے شہر سے کوئی بچہ نہ ملا۔ اس لئے وہ کچھ شرماتی ہوئی آمد کے
گھر آئی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے گئی۔ مگر اس طرح کہ ادھر آپ کو حلیمہ
کے ساتھ بھیجتے وقت

آپ کی والدہ کو بھی خیال آیا

کہ حلیمہ غریب عورت ہے اور اس کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے ادھر حلیمہ اپنے دل
میں کہہ رہی تھی کہ بچہ تو میں لے ہی چلی ہوں مگر مجھے اس کے پالنے کا انعام کہاں مل سکتا
ہے لیکن جب یہ بیان کرتی ہیں کہ جب میں اس بچے کو لے کر گھر پہنچی تو خدا کی قسم ہمارا
وہ بکریاں جن کا دودھ سوکھ چکا تھا۔ اس بچے کی برکت سے اپنی بکریوں کو لکھے ہوئے
غصنوں میں دودھ بھر گیا۔ اور

خدا تعالیٰ نے میرے گھر میں برکت بھری

برکت کا مطلب یہ تو نہیں کہ آسمان سے کوئی چیز گرتی ہے ہاں خدا تعالیٰ نے ان بکریوں
کے معدے تیز کر دیئے اور وہ گھاس اچھا کھا لیتی تھیں اور دودھ زیادہ دیتے
گات گتیں پس اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے
الذی یسب اللہ بکاف عیدہ کہ جب یہ نہیں پالنے کا زمانہ آیا تو اب تک طرف دیات
کا دایہ عورتوں نے نہیں رد کر دیا دوسری طرف تھاری ماں نے دیکھتے ہوئے دل کے
ساتھ نہیں ایک غریب واپے کے سپرد کیا مگر دیکھو ہم نے تمہارے لئے انتظام کیا یا نہ
کی؟ دوسرے کے بعد جب

رضاعت کی مدت پوری ہوئی

تو دستور کے مطابق حلیمہ آپ کو لے کر مکہ میں آئی اور آمنہ سے جو کچھ برکت تھا انہوں
نے حلیمہ کو دے دیا مگر حلیمہ کے دل میں آپ کے لئے اتنی محبت پیدا ہو چکی تھی کہ اس نے
باہر آ کر آپ کی والدہ سے کہا کہ اس بچہ کو کچھ عرصہ اور میرے پاس رہنے دو چنانچہ
وہ پھر آپ کو ساتھ لے کر خوش خوش واپس گھر چلی گئی جب آپ کی عمر چار سال
کی ہوئی تو حلیمہ آپ کو لے کر مکہ میں آئی اور آپ کی والدہ کے سپرد کر گئی۔ والدہ
سے جو کچھ ہو سکتا تھا انہوں نے حلیمہ کو دیا اور جو کچھ اسے ملا وہ لے کر چلی گئی اور
تو

حضرت عبدالمطلب بڑے قبیلہ کے آدمی تھے

اور ان کا شمار بہت بڑے سرداروں میں ہوتا تھا مگر وہ اتنے زیادہ امیر نہ تھے صرف
کھاتے پیتے لوگوں میں سے تھے۔ ان کی اولاد بہت زیادہ تھی اس لئے ان حضرات بھی
زیادہ نہ تھے اس لئے وہ حلیمہ کو کچھ زیادہ نہ دے سکے۔ مگر وہی حلیمہ جس کو وہ چھوٹا بچہ
لے جاتے وقت یہ خیال تھا کہ اس کو پالنے کے بدلہ میں مجھے کیا ملتا ہے بیٹو بیٹیم ہے
جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکه فتح کیا اور اس کے بعد جنگ جبین میں
حلیمہ کی ساری قوم قید ہو کر آگئی تو آپ نے یہ خیال کیا کہ یہ لوگ جب سفارش میں
میرے پاس آئیں گے تو ان سب قیدیوں کو میں چھوڑ دوں گا۔ مگر وہ لوگ راجعاً
ہماری کے تھے) اس مشورے سے آپ کے پاس سفارش کے لئے نہ آئے کہ محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمارا بچہ تھا اور ہم نے اس کے ساتھ چھوڑ کی ہے ہم کس طرح
اس کے پاس جا کر سفارش کریں آخر آپ کی رضاعتی بہن یعنی حلیمہ کی بیٹی آپ کے پاس
آئی اور

آپ نے اس کی ساری قوم کو آزاد کر دیا

اب دیکھو یہ اتنا بڑا بدلہ تھا کہ سارے عرب میں سے کسی بڑے سے بڑے سردار کی
طرف سے بھی کسی بچہ کو پالنے کا نہ ملا ہوگا۔ آپ نے اپنی رضاعتی بہن کی سفارش
پر ان کی قوم کے تین ہزار قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ اگر ایک قیدی کا ذریعہ پانچ سو
بھی شمار کیا جائے تو یہ رقم پندرہ لاکھ تھی ہے مگر آپ نے صرف حلیمہ کی خدمت کے

کہ آپ کو فساد کا روبرو کر رہے ہیں۔ آپ کے پاس کوئی جائداد نہ تھی جس سے کوئی کاروبار شروع کرتے نہ ہی آپ جس چیز کی گفتگو میں تھے ان کے پاس کوئی مال و دولت تھا کہ وہ آپ کو کاروبار کے کچھ رقم دے دیتے۔ ان کی ذمہ داری تھی کہ باہر سے آئے دہ لے لوں گے خدایت کر جائے تھے اور ان کا گزارہ ہو جاتا تھا۔ اس لئے وہ آپ کی کچھ مدد کر سکتے تھے عرض باوجود اس کے کہ آپ کے پاس کاروبار کے لئے کوئی سامان نہ تھا اور آپ کو کوئی فن بھی نہ آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی اور وہ اس طرح کہ ایک ناول تجارت کے لئے شام کی طرف جا رہا تھا۔ ایک دولت مند عورت نے آپ کو دیکھا اور سمجھنے پر آپ کو آپ کے نام سے مشہور تھے) آپ کو بلا لیا اور کہا میں آپ کے سپرد اپنے اموال لکھی ہوں

آپ کا فائدہ کے ساتھ شام کو جائیں

اور تجارت کر کے واپس آئیں میں آپ کو اس کی نذر عہد دوں گی۔ لوگ تو دوڑتے ہوئے ہیں اور کبھی کسی کے پاس جاتے ہیں اور کبھی کسی کے دروازہ پر پہنچتے ہیں کہ لوگ کیل جاتے ہیں اس دولت مند عورت سے خود بلا کر آپ کو نوکری دی۔ اب دیکھو جب آپ کی کمائی کا شمار آیا تو بحالہ حالت کوک نوکریوں کے لئے ماب مارے ہوئے ہیں اور کجاہ حالت کو دولت مند عورت آپ کو بلا کر خود اپنی بہت سی دولت آپ کے سپرد کرتی ہے اور کہتی ہے آپ کا فائدہ کے ساتھ تجارت کے لئے جائیں جتنا چاہے آپ نافرمانی کے ساتھ شام کو گئے اور آپ نے

اسی دیانت دار کی اور محنت سے کام کیا

اور اتنا نفع ہوا کہ پہلے اس عورت کو تجارت میں بھی اتنا نفع نہ ہوا تھا۔ اس کو وہ بھی کھیل دیا اپنے نوکریوں کے سپرد کاروبار کرنے لگی اور وہ لوگ دیانت داری سے کام نہ لیتے تھے۔ ایسا انتظام کیا کہ کئی نفع کی رقم سے چھوٹے نہ لگے۔ نہ باغرض بہت زیادہ نفع کے ساتھ تجارت کر کے واپس آئے اس وقت آپ کی عمر شادی کے قابل تھی۔ مگر آپ عریض آدمی تھے اور غریبوں کو بلا لیا کون دیتا ہے غریبوں کو نفع نہ لگتا۔ اس سے بھی لڑکیاں نہیں ملتی۔ مگر جب یہ تجارت کر کے واپس کر کے پہنچے ہوتے تھے

تجارت کا سارا نفع

اس عورت کے سامنے پیش کیا تو وہ اتنا نفع دیکھ کر حیران رہ گئی اور اس نے نوکروں سے پوچھا اتنی دولت کس طرح نفع میں آئی۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ آپ جب بھی تجارت کے لئے بھیجتی تھیں تو رقم اس میں سے خود بھی کھاتے تھے۔ مگر اللہ علیہ السلام نے نوکری کو پتہ چلی لگا لے نہیں دیا۔ نفع نہ ہوا تو کیا ہوتا؟ عرض یہ ہے کہ تجارت کا کام اس خوش اسلوبی سے کیا کہ وہ دولت مند عورت آپ کی ایمانداری کی قابل ہوئی۔ وہ یہ وہ عورت تھی اور

بہت بڑے مال کی مالک تھی

اس کے بہت سے غلام تھے اور نوکر جا کر تھے۔ اسی لئے اس کے ناطے دوسرے ملکوں میں جا کر تجارت کرتے تھے۔ ورنہ دوسرے ملکوں میں قانڈ بھیجا سمجھو بات نہیں۔ وہ اپنی ایک پہیلی کے ساتھ بات چیت کر رہی تھی کہ پہیلی نے اسے کہا بی بی تم اچھی جوانی ہو اور جوہر جو چلی ہو اور میرا تمہیں ایسا اچھا وقت دار اور ایمان دار خانہ دل سکتا ہے جس کی دیانت داری اور ایمانداری کی مثال سارے شہر میں نہیں مل سکتی اس لئے تمہیں چاہیے کہ اس کے ساتھ شادی کر لو۔ اس دولت مند عورت نے اپنی پہیلی کو جواب دیا کہ ہے تو تمہاری بات ٹھیک لیکن اگر بان میرے باپ نے سن لی تو وہ مجھے جان سے مار ڈالے گا پہیلی نے کہا

تم اس بات کی فکر نہ کرو

یہ سب انتظام پر خود کروں گی۔ چنانچہ اس نے اوپر اس کے باپ کو راضی کر لیا اور ادمی رسول کو رقم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا اگر آپ کی شادی ایک دولت مند عورت سے ہو جائے تو کیا آپ پسند کریں گے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تو کچھ ہے نہیں اس لئے کوئی دولت مند عورت میرے ساتھ کس طرح شادی کرنے پر رضامند ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہا آپ کے پاس جو چیز ہے اس کو ہر عورت ہی پسند کرتی ہے اور وہ ہے آپ کی دیانت داری اور شرافت اس لئے تمہاری بات سنا کر نہ کریں کہ آپ کے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ آپ کے پاس جو چیز ہے اس کے مقابل میں

مال و دولت کی چیز ہے

آپ نے فرمایا میں اپنے چچا کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا اچھا میں آپ کے چچا سے بھی پوچھ لیتی ہوں۔ چنانچہ وہ اوطاب کے پاس گئی انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا اور آپ کی شادی ہو گئی۔ اس اللہ تعالیٰ فرماتے۔ اے اللہ بکایت عبد کا کہ ت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیرے پاس کاروبار کے لئے کچھ نہ تھا۔ مگر تم نے انتظام کیا یا نہ کیا اور جب تیری شادی کا موقع آیا تو وہ باوجود اس کے کہ تو غریب تھا۔ تاہم نے تیری شادی کا انتظام کیا یا نہ کیا؟

پھر ہم دیکھتے ہیں

کہ اگر غریب ہو اور عورت امیر ہو تو ہر کوئی سونوات ذلت اٹھائی پڑتی ہے ہمارے ایک

نانا تھے جن کے گھر نواب دیوار کی طرح تھے اور وہاں سے ہی ان کو اخراجات لے کر رقم بجاتی تھی ہمارے نانا کام تو کرتے تھے اور میں نہیں دیکھتا ہوں اور انہیں بھی ہر جاتی تھا مگر ان کا دستور تھا کہ سارا دن کام کرتے اور جو رقم آتی اس میں سے صرف ایک دو پیسہ ہمارے لئے اور بقیہ خرچ کرتے تھے۔ اس میں سے کپڑے کی دھلائی اور باقی ضرورتیں پوری کر لیا کرتے تھے۔ کھانے کے لئے ان کو ایک چپاتی کافی تھی۔ باقی رقم ہمارے ساری جمع رکھتے تھے۔ ان کو

اس بات کا بہت زیادہ احساس تھا

گھر میں جو کچھ خرچ ہوتا ہے یہ سب ہی ہمارا مال ہے۔ مجھے اپنی ضروریات پر یہ روپیہ صرف نہیں کرنا چاہیے۔ ان کو چاہئے کہ کاپیت شوق تھا۔ مگر چاہئے میں چھوٹا سا ایک تاشہ ڈال کر بی جاتے تھے۔ گویا انہوں نے اسے نفس کو مارا ہوا تھا۔ صرف اس لئے کہ گھر میں جو کچھ خرچ ہوتا تھا وہ سب میری کاماں تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ان کی بیوی کے والد یعنی ان کے خسر فوت ہوئے اور بھائیوں نے روپیہ محمد نانا سزا دیا۔ اس پر انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تمہارے والد نے جو رقم مجھے اتنا عرصہ بھیجی اب میں تم کو باقی خاندانہ دلوں کا چھانچہ انہوں نے وہ جمع شدہ رقم ساری کی ساری بیوی کو دیدی۔ اب دیکھو یہ بات طبیعت پر کتنی گراں گذرتی ہے کہ خاندانہ غریب ہو اور بیوی امیر ہو اور خاندانہ بیوی کا مال کھاتا رہے مگر جہاں

خدا تعالیٰ نے یہ انتظام کیا

کہ آپ کی شادی حضرت خدیجہ حبیبی عورت سے ہو گئی وہاں ایک ابتلاء آپ کے لئے یہ بھی تھا کہ حضرت خدیجہ بہت زیادہ امیر تھیں اور آپ غریب تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس ابتلاء کو اس طرح دور کیا کہ کچھ عرصہ کے بعد حضرت خدیجہ کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ

اتنا خود دار اور نیک خانہ

میرے مال کو برداشت نہ کر سکے گا اس لئے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ اپنا سارا مال آپ کے سپرد کر دے یہ سب حضرت خدیجہ کے ایک دن آپ کے پاس ایک ملازم آیا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ ایک بات حضرت خدیجہ سے فرمائی کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنا سارا مال و دولت اور غلام آپ کے سپرد کر دوں آپ نے فرمایا کہ تمہاری تمہاری اس کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اس لئے کہ خود ہی سمجھتا ہے۔ حضرت خدیجہ نے کہا میں نے اچھی طرح اس معاملہ پر غور کیا ہے چاہے کچھ ہو جائے میں اپنا سارا مال آپ کے سپرد کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو پہلا کام میں یہ کرتا ہوں کہ ان

سارے غلاموں کو آزاد کرتا ہوں

حضرت خدیجہ نے خیرہ بیٹا کی اسے اس بات کو برداشت کر لیا۔ مگر چونکہ آپ کو تجارت وغیرہ کے معاملہ میں ایک سماجی کی بھی ضرورت تھی۔ اس لئے آپ نے جن غلاموں کو آزاد کیا ان میں سے ایک غلام زید نے کہا آپ نے تو مجھے آزاد کر دیا ہے مگر

آپ کے اخلاق اس قسم کے ہیں

کہ میں آپ سے جدا نہیں ہونا چاہتا میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے اللہ بکایت عبد کا کہ عبد کا۔ (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) تم اس بات کو برداشت نہ کر سکتے تھے کہ تم اپنی بیوی کے مال پر گزارہ کرو۔ اس لئے تم نے تمہارے لئے یہ انتظام کر لیا کہ تمہاری بیوی نے اپنا سارا مال تمہارا ہر قسموں میں لگا دیا۔ چھوڑ کر غلام آزاد کرنے کے بعد ایک سماجی کی ضرورت تھی۔ اس کے لئے تم نے یہ انتظام کیا کہ تمہارے جن غلاموں کو آزاد کیا تھا ان میں سے ایک نے کہہ دیا کہ آپ نے تمہارے لئے آزاد کر دیں مگر چونکہ آپ کے اخلاق نہایت اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ اس لئے میں آپ سے جدا ہونا نہیں چاہتا اس طرح تم نے تمہاری سماجی کی ضرورت بھی پوری کر دی۔ غرض ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح تم نے قدم ہر ضرورت کے وقت ہر مصیبت کے وقت ہر خطرہ کے وقت اور ہر تکلیف کے وقت اللہ تعالیٰ نے

اے اللہ بکایت عبد کا کہانوں

آپ کی ذات سے اعلیٰ اور رفیع طور پر وابستہ ہونے کے دکھایا جس بھجان اللہ و جس قدر وہ وسدحان اللہ اعظم

وقف جدید تاندار تحریک ہے!

اشاعت قرآن اور خدمت دین کے لئے وقف جدید کا ساتھ دین اجزا ہم اللہ تعالیٰ۔ زناظم مال وقف جدید

سردار کوئین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نازک ترین مرحلہ

یقین محکم اور تعلق باللہ کا بے مثال نمونہ

غار ثور کے واقعہ پر ایک نظر

(از مخرم مولانا ابو العطاء صاحب مصلیٰ)

پرٹھ گئے ہیں قربت ہی سردار کہتے ہیں کہ تم دیوانہ ہو گئے ہو یہ بکڑی کا جالہا سا لٹھے ہے اگر کوئی اس غار میں داخل ہوتا تو یہ جالہا اس طرح ثابت نہیں رہتا تھا۔ غار کے مندرجہ یہ گفتگو ہو رہی تھی اور غار کے اندر صحتی اکبر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما غار کے باؤں کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتی وجود پر کئی اونچے آنے کے خطرہ کے پیش نظر غم و حزن سے بے چین ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ باہر مسل اللہ اگر ان لوگوں نے تھپتھپے بھی لگا کر دیکھا تو ان کی نظر ہم پر پڑ جائے گی کتنا نازک وقت ہے اور کتنی فیصلہ کن کھڑی ہے یہ کتنا کڑا امتحان ہے؟ کہ آؤ ذرا دیکھیں اور سیں کو اس نازک ترین مرحلہ پر ہمارے سید مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال کا حال یہ کیا ہے؟ کیا وہ گھبراتے ہوئے ہیں سہمے ہوئے ہیں اپنی زندگی اور اپنے انجام کے بارے میں انہیں کوئی حد نہ درمیش ہے؟ ہاں آپ کی حالت کا جائزہ لینے اور آپ کی آواز سے سننے سے پہلے یہ بھی توقع رکھ لیں کہ یہ کتنا سرنوک و وقت تھا۔ کس طرح چاروں طرف سے بظاہر اپنا امیدی کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سے نکل چکے ہیں۔ وطن سے بے وطن ہیں اور ابھی مدینہ پہنچے ہیں جو بنا وطن بننے والا ہے۔ چنانچہ وہ ایک غار ہے۔ جہاں زہرے جازر ہیں حفاظت کے بھی سامان نہیں ساتھیوں میں سے بھی صرف ایک تھا صاحب المکار، اسے بھی باقی سب آگے جا چکے ہیں۔ آئیے اب اس نازک زندگی کے اس نازک ترین لمحہ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یادگار سے کیا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اذ یقول لصاحبہ لا تحزنون ان اللہ معنا

کہ آپ نے اپنے ساتھی سے غار میں کہا کہ آپ غم نہ کریں یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور ہر گھبراہٹ سے نڈھال ہے۔ خدا کی ذات پر پورا ایمان اور کئے وعدوں پر اتقاہ یقین ہے۔ کتنا یقین ہے کتنا وثوق ہے اور نصرت خداوند تعالیٰ کی کتنی اہمیت ہے؟ کیا ساری دشمنیت کی ساری تاریخ میں اس یقین کی مثال مل سکتی ہے کیا کسی بھی زندگی میں بھی اتنا بے مثال نمونہ پایا جاتا ہے؟ خدا اس یقین کو بھرے قول کا اجر بھی بھی لاسخ کرے۔ قریش کد اپنے کھوپڑوں سے ناراض ہو کر اور ان کی طاقت پر جبروت ہوتے ہوئے کہ کد اہل ہو گئے۔ دوسرے لوگ بھی کچھ (باتی مٹا ہے)

یا انہیں قتل کر کے ان کا سرے آئے گا سے لگے اور ان کی طرف سے تو اونٹ بظور انعام دئے جائینگے۔ قریش نے اس عظیم انعام کا تمام قبائل میں پرچا کیا۔ ایک تو کفار کو آنحضرت سے دشمنی تھی اور پھر اس پر انعام کے لالچ نے حلقی پر نیل کا کام کیا۔ چاروں طرف سے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ مکہ والوں نے خود بھی گھوم جوں کو سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا شروع کیا۔ نجا عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اسی عظیم واقعہ کی خبر لے سبھا بھی کی معرفت عرب کی اہل اہامی کلام " کے عذر ان سے ان الفاظ میں دی گئی تھی کہ :- "عرب کے صحابہ نے ہر طرف سے گھومنے لگے دو ایوں کے قتل پانی نیلے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ گے۔ تیاری کی سر زمین کے باشندو! دوئی ٹیکے بھائے دانے کے سٹے کو نکلو۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے نکلے تلوار سے اور پیچھے ہونے کی طرف سے اور جنگ کی شدت سے بھاگتے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا ہونو ایک برس میں مزدور کے سے ایک ٹیکہ برس میں فیڈلاری ساری شہمت جاتی رہے گی اور نیز لہڑوں کے ہونانی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹے جاؤں گے" یسعیاہ ۱۱

سید الاولین و آخرین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جان نثار رفیق کے ساتھ مکہ سے بے سوسو سامان نکلے ہیں۔ دشمن ناقصہ میں ہیں، مقررہ پردرگاہ کے مطابق آب غما خود میں پہنچتے ہیں۔ بظاہر دشمنوں کی نظروں سے چھپ جاتے ہیں۔ مگر پیچھا کرنے دانے ہر شہاد کھوجی سرداران قریش کو غار کے منہ پر لاکھڑا کر دیتے ہیں غار کے منہ پر بکڑی جالہا ن پھی ہے اور فخر کے جھکی ہوئی شان پر اندازے بھی دے دے ہیں کھوجی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی غار کے اندر ہیں اگر اندر نہیں تو آسمان پر

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی صحابہ کی یہ دردناک حالت ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔ آپ نے صحابہ کو مکہ سے ہجرت کر جانے کا مشورہ دیا۔ ایک گروہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا۔ پھر اہل مشیت سے مدینہ منورہ دارالہجرت مقرر ہوا۔ صحابہ ا کے د کے نظروں سے اوجھل ہو کر اس پتے دانے مرکز اسلام میں جا کر پناہ گزین ہونے لگے اور سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مقیم رہے اور مشہور مستشرق سینٹیلین ہولی کے قول کے مطابق آپ "ڈووتے ہوئے ہونے جہاز کے کپتان" کی طرح اس وقت تک کہ میں رہے جب تک کہ آپ کے ماننے والوں سے منان نہ ہو گیا آخر وہ وقت آ گیا کہ منظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی مسلمان نہ تھا۔ کفار نے ہونہ کو مناسب جان کر یہ فیصلہ کیا کہ قریش کے قبائل میں سے چندہ شمشیر زن آئے ہوں اور ایک مشترکہ بھیر پور دار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خانہ کدیں تا آئے دن کا بھجکا بھی ختم ہو جائے اور بنو ہاشم کو اس قتل کا بدلہ لینے کی جرات بھی نہ ہو۔

ایک تاریک درت تھی۔ جب کوئین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو اپنے بستر پر گھر میں لگا کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر مکہ سے اور نہ ہوئے۔ یہ ہجرت کی درت تھی۔ اور ہجرت کا یہ سانچہ اسی تاریخ کا وہ انتہائی موڑ ہے جس کے بعد حوادث کا رخ بدل گیا اور حالات سے بنا رنگ اختیار کر سار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قربانی ہی بنا بیت شادنا ہے۔ مگر اس مرحلہ پر جو مقام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا وہ قرآنی کا معراج ہے۔ قریش مکہ کو جب ننگہ کر ان کی ساری سیکھنا کام ہو گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح و سالم مکہ شریف سے روانہ ہو گئے ہیں ذرہ آگ بگولا ہو گئے انہوں نے فوری فیصلہ کیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھڑکڑانہ لایگا

یوں تو ہر نبی کی زندگی میں یہ ایسا ایسا ہزار آفات میں سے گزرتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ اللہ اناس یلا الالبیاء تم الا مثل خالامثل کہ سب سے زیادہ مصیبتوں میں سے نبیوں کو نہ دنا پڑتا ہے اور ان کے جہان کے رنگ میں رنگین ہونے والے صحابہ کو ان مصائب سے حصہ ملتا ہے یہ حدیث عام نبیوں کے حالات سے متعلق ہے۔ ۱۰ صحابہ پر تیا س کرتے ہوئے یہ کہنا درست ہے کہ چونکہ ہمارے سید مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے سردار اور جلالوں کے سر تاج تھے اس لئے بلاؤں اور تکالیف میں بھی آپ کو سب سے بڑھ کر حصہ ملا۔

تاریخ کو وہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دعویٰ ہجرت کے بعد اہل اہمصاب لٹ پڑتے تھے۔ پر تسم کی اذیت آپ کو دشمنوں کی طرف سے دی گئی اور آپ کے منانے کے لئے ہر جیل سے کام لیا گیا۔ آپ پر اور آپ کے صحابہ پر پیغمبروں کی بادش برائی گئی اور آپ کے قتل کرنے کے لئے انتہائی زور لگایا گیا۔ قرآن مجید نے زندگی کی اذیتوں کا چالاک ذکر فرمایا ہے۔ احادیث اور تاریخ میں ان کی تفصیلات مذکور ہیں اس بات پر ہے کہ اور اصل میں کفار مکہ یہ خیال کرتے تھے کہ یہ دعویٰ ہجرت کا خیال اور تو بھید کے بند بانگ و عامیہ ایک بے حقیقت چیز اور ناقابل قبول بیانات ہیں عرب ایسے جاہل اور شرک کے گوارا ملک میں کون ایسا یہ کان دھرے گا۔ تھوڑے دنوں کے بعد خود بخود یہ حرکت آپ اپنی موت مر جائے گی۔ اس خیال کے ماتحت شروع شروع میں قریش کی روشنی اور تھی لیکن جب دفن، مشغول، ہمیشوں اور سوان میں اسلام کا پورا لہانے لگا اور تہجد کے علم دار اٹھ بہاں اور دنوں بند ہونے لگے تو قریش کا دل بدلا گیا۔ انہوں نے زبان کی بجائے سیف و سنان کو اختیار کر لیا۔ اور مسلمان ہونے والوں پر شد و قہر شروع کیا اور دین غریب اور لڑو صحابہ اور صحابہ کے لئے جیسے عرصہ تک اس تشدد کو برداشت کرنا ممکن ہو یا تھا۔ باپ سے زیادہ شقیق

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نازک ترین مرحلہ

(بقیہ ص ۷)

دن سرگردان پھرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور ان دنوں وفائی وجودوں کا یہ مقدس قافلہ اپنے پروگرام کے مطابق جانبِ مریہ نہرواں دوں ہے، ایک بہت ہوشیار شاہسوار سرتاقر نشانہات کا تہ تیغ کرنا ہوا قریب پہنچ جاتا ہے۔ مگر گھوڑا ریت میں دھنسی جاتا ہے، بار بار اس حالت کے پیدا ہونے سے اس کی روحانی آنکھ کھل جاتی ہے۔ امان چاہتا ہے اور اس اقرار سے واپس جانا چاہتا ہے کہ اور کسی تعاقب کرنے والے کو اس جانب نہ آئے، وہ گاہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی کے عالم میں لے فرماتے ہیں کہ جاتے ہو تو جہاں مگر ذرا قہر دو کر کہ وہ وقت بھی آئے گا جب کسی کے کنگل نہا سے ہاتھوں میں ہوں گے۔ مگر اقرار مگر کہ دریافت کرتا ہے کہ کیا ایران کے کسی کے کنگل مراد ہیں؟ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ساقی فرماتے ہیں ہاں ہاں ایران کے کسی کے کنگل ہی مراد ہیں وہ اسلامی فتح کے بعد تباہ رہے ہاتھوں میں ہوں گے۔

سرتاقر چل گیا اور پھر مقدس قافلہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ جوئی اہل مدینہ سے بہتر اب رسالت کے حسن و جمال کو دکھاتو آنکھ پڑتے ہی پیر و جوان اور مرد و عورتیں اور بچے بے ساختہ پکاراٹھے

طلح المیدر علیہما من نسیات الوداع کہ آج ان کھانوں سے جو الوداع کہنے کے لئے مقرر ہیں ہمارے لئے جو دعویٰ کا چاند طلوع ہو گیا ہے۔ اب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمارے انصار جہاں انہوں کے دریاں ہیں ایک نئی زندگی کا آغاز ہے۔ نئی زمین ہے اور نیا آسمان ہے۔ یہ بھرت کا آغاز ہے اور یہ غار ثور کی درد لہری دعاؤں کا ظہور ہے۔ یہ سارا واقعہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک اہم موڑ ہے۔ آپ کی زندگی کا نازک ترین لمحہ ہے۔ بظاہر جاہلوں طرف ہلاکت ہے لیکن دیکھنے سے دور ہیں۔ مگر وہ

پاک دل نبی ایک ناقابل شکست چٹان کی طرح لٹکا کر کھٹ ہے۔ ان اللہ معنا کہ حالات خواہ کچھ ہوں۔ زمانہ کی گزشتیں کسی قدر پالیسی پیدا کرنے والی ہوں مگر یہ ایک اہل ابدی اور خوشنہ صدقات ہے کہ لے لو مگر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ ہرگز نکل نہیں سکتے۔ ہم اپنے مشن میں ناکام ہو جائیں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ دشمنان اسلام اس نغمہ کو چھانے میں کامیاب ہو سکیں جس کے حال میں وقت ہمیں یہی وقت سربز ہو گا۔ ہر گز ہمارے ہمارے اور حذر و تحفظ کا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر یہ ارشاد کہ قدرت نداد اور پروردگار ہے۔ اور پھر جس رنگ میں اللہ تعالیٰ کی اس "میت" کا آپ کی زندگی میں ظہور ہوا۔ آپ کے بعد ظہور ہوا اور آج تک ہوا ہے وہ کسی قدر شبہ کن ہے۔ دشمنان اسلام نے ہجرت کے بعد بھی اسلام کو مٹانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے ارٹھی چوٹی کا زور دیا، مگر اللہ کی جگہیں گئیں۔ مگر آخر کام و نگرہوں ہونے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنی "میت" لڑائی آپ علیکم السلام کے وجود کے دور میں آئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی قتل ہونے سے محفوظ رہے اور حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑھانے جتن کا ظہور ہے۔ پھر اپنے مشن میں تے لایا ہے جہاں آج دشمن بھی اعتراف کرتے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ نازک ترین لمحات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بے مثال یقین و تصدیق کا شہرہ قائم کیا ہے وہ آپ کے افضل الانبیاء ہونے پر محکم دلیل ہے۔ انہم صل و مسلم علیہم داغاً ابداً

الفصل سے خط دکتا بت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دینا کبھی نہ چھو لے

باہمت خدام کی توجہ کے لئے

(از محترم سید واؤد احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ کربلا) تبتہ والہ (مطلع شیخ پورہ) کے مقام پر دریا کے رادی تیزی کے ساتھ اپنی جگہ تبدیل کر رہا ہے جس کی وجہ سے گاؤں مذکورہ کا اکثر حصہ دریا میں چھو گیا ہے اس وقت وہاں کی سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ اس لئے اس مسجد کو گاؤں کا سامان وہاں سے سوسائیل کے فاصلے پر ڈالنا ضروری ہے۔ پتھانانہ ہے جو دولت عمارت کو گرنے کے لئے والیہ کے طور پر اپنی خدمات پیش کرنا چاہیں وہ براہ کرم فوری طور پر دفتر خدام الاحمدیہ کربلا کو اپنے نام و پتہ سے مطلع فرمائیں۔ انڈیا میں کلاں میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

ممبر اعظم کو درگاہ کاؤں لے جانے کے لئے ایک ٹرک کی بھی ضرورت ہے جو صاحب دو دن کے لئے اپنا ٹرک اس کا رتو اب کے لئے ہیا کر سکتے ہوں وہ بھی ہرانی فرما کر خاک رکھو صلح فرمائیں۔ پھر دل و دیرہ کی قیمت ادا کر دی جائے گا۔ اسی طرح ڈرائیور کے کھانے کا بندوبست کر دیا جائے گا۔

حیاتِ طیبہ

سے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب مدظلہ کی رائے "حضرت سیح موجود علی الصلوٰۃ والسلام کے سوانح سے متعلق یہ تالیف جو "حیاتِ طیبہ" کے نام سے شائع ہو رہی ہے جماعت احمدیہ کے مربی مکرم شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سائیکل) کی تصنیف ہے۔

جماعت اور جماعت سے باہر کے حلقوں میں بھی ایک لمحہ عرصہ سے یہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ باقی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سیح موجود علیہ السلام کے حالات و سوانح پر ادراد و زبان میں کوئی مبسوط تالیف ہو اور اس موضوع سے بالا سٹیپا باہر اسل تعقیق رکھنے والا تمام تر مواد سلسلہ کے لڑکچہ میں موجود تھا۔ تاہم کچھ ہی اور جامع صورت میں ایسی کوئی تالیف موجود نہیں تھی۔ جو کلاں طور پر اس موضوع کا حق ادا کر سکے اور کتنی ہی بے کرا اور کثرت کتاب ہزارے اپنی خلف نہ محنت اور کوشش سے بہت حد تک اس اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ خواہ اس میں کچھ میرے نزدیک یہ کتاب ایسی خاص سے قارئین کے لئے اور کچھ زیادہ فائدہ کا موجب ہوگا کہ اگر پھر اس کا موضوع کلاں ترسوانح نگاری تھا۔ تاہم سب موضوعوں پر اس میں ایسا افروز و واقعات بھی آئے ہیں جو کتاب کی صفحہ مت پر کوئی خاص اثر ڈالنے والے ہیں۔ اسی طرح سب موضوعات کے مختلف اہمات، پیکر کشیاں، تصنیفات، اشعار اور نظریات کا اس میں دلگدگی سے ذکر ہے کہ گویا حضرت سیح موجود علیہ السلام کے پیش کردہ علم کلام کا ایک مینتھی تختہ حاضر اور چھوڑ دینے آجاتا ہے اس لحاظ سے کتاب کا مجموعی تاثر تصنیف و اشعارات، انفرادی اور کلاں افروز ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولفہ کا کوششوں میں برکت ڈالے اور اس تالیف کو خلقِ خدا کی ہائینا اور راہنمائی کا موجب بنائے۔ آمین۔ خاکِ رزمِ شریف احمد نوسا۔ کتاب مذکورہ کا یہ صرفہ روات روپے ہے اور روپے کے ہر تاجر کتب سے حال کی جا سکتا ہے۔

سابق اہل ایدر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی وفات

مٹان ۲۲ اگست۔ سابق اہل ایدر سید عطاء اللہ شاہ بخاری طویل علالت کے بعد کل شام س ڈسے پھونچے میاں وفات پا گئے۔ ان کی عمر ۷۵ سال تھی۔ وہ گزشتہ پانچ ماہ سے شدید بیمار تھے۔ قریباً چار سال پیشتر ان پر فوجی کاتھل سٹاٹھ ان کے بعد ہسپتال ایک ہی موسم میں اس جگہ کی تجدید ہونے لگی۔ لیکن عرصہ ہاتھ نہیں سہاں ملتا تھا اور پھر لاہور میں ڈاکٹر کرنل ضیا طاہر صاحب کے زیر علاج ہنسنے کے بعد وہ مٹان واپس آئے تھے اور گزشتہ ڈوڑھ مہینے سے مٹان کے ایک مستحق علم صاحب کے زیر علاج تھے اس دوران میں برتان کا بلجی مملکت اور پھر مٹان کا مہاراجہ بھی لائسنس پر لگتا تھا علم صاحب کا خیال ہے کہ ان کی موت برصغیر سے واقع ہوئی ہے آج انہیں مٹان میں ہی دفن کیا جائے گا۔

معلومات ہومیوپیتھی "یا گھر کا ڈاکٹر" (مفت)

رسالہ "معلومات ہومیوپیتھی" کی مدد سے آپ خود گھر میں جٹھائے اکثر نئی اور پرانی امراض کا بہت کامیاب علاج ہیری ڈاکٹر مشورہ کے کر سکتے ہیں۔ اس کتابچہ میں آٹھ دن پیدا ہونے والی شدید امراض، بچوں کی امراض، نانا ذرا امراض، نانا ذرا امراض، دماغی اور اعصابی کمزوری، سختی، کم حیوانات کی بھلا اور خطرناک امراض تک کا تیر بہت علاج درج ہے۔ اس کتابچہ کا تازہ ایڈیشن مفت تقسیم کیا جا رہا ہے۔ ضرورت مند اجاب نمونے سے پہلے ہی حاصل کریں۔

ڈاکٹر ایچ ایم ہومیو پیتھی کی کتاب "یا گھر کا ڈاکٹر" (مفت) ڈاکٹر ایچ ایم ہومیو پیتھی کی کتاب "یا گھر کا ڈاکٹر" (مفت)

الفضل میں اکتوبر میں کوئی کتاب ہے۔ رجسٹرڈ ڈائل نمبر ۵۲۵